اسلام کا نظامِ امن و امان

(غیر مسلم اسلام کی نظر میں)

(از جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی - دارالافتار دارالعلوم دیوبند)

(۳)

ایک انگریز مصنف کی گواہی | مگر آپ کو سنکر حیرت ہوگی، اس کے بعد بھی اس نے اپنی حرکت نہیں چھوڑی، ان تمام باتوں کے باوجود انفسٹن صاحب کی محمود غزنوی کے باب میں گواہی ہے ۔

"یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس (سلطان محمود) نے ایک ہندو کو بھی مسلمان بنایا ہو، سوائے لڑائی کے کسی ہندو کو اس نے قتل بھی نہیں کیا۔"[1]

اس وقت صرف سرسری نظر ڈالنی ہے، احتوا اور احاطہ مقصد نہیں ورنہ ایک ایک مسلمان بادشاہ کے متعلق تاریخی شہادت پیش کرتا کہ اس نے اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ کیا برتاؤ کیا، اور عدل و مساواتِ انسانی کو انھوں نے کس طرح قائم رکھا ۔

ایک شخصی حکومت کے سربراہ کا رویہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ | ہندوستانی مسلمان حکمرانوں کی رواداری کا تذکرہ ختم کرتے ہوئے ابن بطوطہ کا بیان پیش کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، جو اس نے اپنی آنکھوں دیکھا تھا۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیجئے کہ یہ شخصی حکومت کے سربراہ کا واقعہ ہے، ابن بطوطہ لکھتا ہے :-

"میں نے سلطان محمد بن تغلق سے زیادہ منصف اور عدل گستر کوئی نہیں دیکھا، ایک مرتبہ ایک ہندو امیر نے دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے اس کے بھائی کو بلا وجہ مار ڈالا ہے، قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا تو بادشاہ بغیر کسی ہتھیار کے قاضی کے سامنے عام ملزموں کی طرح حاضر ہوا، اور قاضی کو

---

[1] آئینہ حقیقت نما ص ۱۸۷/۱

سلام کیا، اور تعظیم بجالایا، پہلے سے حکم تھا کہ بادشاہ عدالت میں حاضر ہو تو قاضی اس کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہو، مقدمہ سنایا گیا آخر قاضی نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ پر جرم ثابت ہے، اسے چاہئیے ہندو امیر کو راضی کرے، ورنہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ چنانچہ سلطان نے امیر کو رضامند کر لیا اور قاضی نے اسے بری کر دیا"[1]

غور کیجئے "ایک شخصی حکومت کا فرمانروا مسلمان جب عدل و مساوات انسانی کے سلسلہ میں ایسا کر سکتا ہے تو جو حکومت اسلامی خلفاء راشدین کے طرز پر قائم ہوگی، اور جو منہاجِ شریعت سے ایک انچ ہٹنے کو گناہِ عظیم سمجھے گی، کیا ایسی اسلامی حکومت میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ کسی زیادتی کا وہم بھی جائز ہو سکتا ہے؟

یہ سب صدقہ ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کا، جن میں ذمیوں کے حقوق کی نشاندہی کی گئی ہے اور ذمیوں کے سلسلہ میں بار بار تاکید سے کام لیا گیا ہے، اس لئے یقین کرنا چاہیئے کہ اسلامی حکومت غیر مسلموں کے لئے بھی سراپا رحمت ہے۔

اسلام کا منشا امن و امان ہے | اسلام یہ ضرور چاہتا ہے کہ دنیا میں امن و امان قائم رہے اور ظلم و فساد بیخ و بُن سے ختم ہو جائے اس کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ سارے کافر خواہ مخواہ تہ تیغ کر دیئے جائیں اور اُن کے ساتھ ظلم و جور روا رکھا جائے، البتہ وہ ان لوگوں کو جو اس راستہ امن و امان میں حارج بنتے ہیں، اور دنیا میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں اسلام برداشت نہیں کر سکتا، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اور یہی وجہ ہے کہ زمانۂ جنگ میں بھی اسلام انہی لوگوں کے قتل کی اجازت دیتا ہے جو اہلِ قتال ہیں، لڑتے اور میدانِ کارزار میں اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں اور وہ کفار جو لڑائی میں حصہ نہیں لیتے، اُن کے قتل کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے، جیسے بچے، عورتیں، اپاہج، شیخ فرتوت اور وہ رہبان جو دنیا سے الگ تھلگ زندگی گذارتے ہیں۔

اسلامی حکومت کا کفر سے صرفِ نظر | اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کفر و شرک جرم نہیں ہے، ہے اور ضرور ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ہے جس کی سزا آخرت میں رکھی گئی ہے۔ صاحب شرح سیر کبیر نے بالکل درست لکھا ہے

ولان الکفر وان من اعظم الجنایات فھو کوئی شبہ نہیں ہے کہ کفر اگرچہ گناہوں اور جرائم میں سب سے بڑھا ہوا

---

[1] مسلمانوں کا عروج و زوال ص ۲۷۷

بین العبد وربہ جل وعلا، وجزاء مثل هذه الجنایة یؤخر الی دار الجزاء، فاما ماعجل فی الدنیا فهو مشروع لمنفعة تعود الی العباد وذالك دفع فتنة القتال وینعدم ذالك فی من لا یقاتل۔ (شرح السیر الکبیر ص۱۰۲ ج۴)

ہو۔ لیکن وہ بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان ہو اور اس طرح کے جرم کی سزا آخرت کے لئے اٹھا رکھی گئی ہو بہرحال وہ معاملات جن کا تعلق دنیا سے ہو تو یہ اس منفعت کی وجہ سے جائز ہو جو بندوں کو حاصل ہوتی ہو اور یہ نفع عاجل قتل و قتال کے فتنہ کا دفعیہ ہو جو ان میں نہیں پایا جاتا ہو جو قتال میں شریک نہیں ہوسکتے ہیں، یا نہیں ہوتے ہیں۔

<u>جزیہ کے قبول کی وجہ</u> | کون نہیں جانتا ہو کہ اسلام پہلے کلمۂ حق کے قبول کرنے کی اپیل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کلمۂ اسلام کے قبول کرنے کے بعد تم میں اور پہلے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، تم کو بھی وہی حیثیت حاصل ہوگی، جو پہلے مسلمانوں کو تھی اگر یہ نہیں منظور ہے تو پھر اپنے آبائی دین (کفر و شرک) پر باقی رہتے ہوئے اسلامی حکومت کی برتری قبول کرلو، تاکہ ظلم وجور اور فتنہ و فساد پر آہنی دیوار کھچ جائے اور انسانی مساوات کا دار دورہ ہوسکے اگر کوئی اسے قبول کرلیتا ہے تو پھر اس کی گنجائش نہیں ہو کہ قتل و خونریزی کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ بلکہ علمار اسلام نے صراحت کردی ہے کہ اگر کوئی حربی قوم ذمی بننے کی درخواست کرے تو خلیفۂ اسلام کا فریضہ ہو کہ وہ اس کی اس پیشکش کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرلے اس لئے کہ اس سے بھی قتل و خونریزی اور فتنہ و فساد اسی طرح ختم ہوجاتا ہے، جس طرح اسلام کے قبول کرنے سے۔

فان طلب قوم من اهل الحرب ان یصیروا ذمة للمسلمین یجری علیهم احکام الاسلام علی ان یودوا عن رقابهم و اراضیهم شیئا معلوما فانه یجب علی الامام ان یجیبهم الی ذالك لان عقد الذمة ینتهی به القتال کالاسلام فلما انهم لو طلبوا عرض الاسلام علیهم یجب اجابتهم الی ذالك۔

حربی میں اگر کوئی قوم ذمی بننے کا مطالبہ کرے کہ ان پر احکام اسلام اس شرط پر جاری کئے جائیں کہ وہ اپنی جان اور زمین کا جزیہ اور خراج ادا کریں گے تو اس صورت میں خلیفہ پر واجب ہے کہ ان کے اس مطالبہ کو قبول کرلے اس لئے کہ عقد ذمہ سے بھی قتال اسی طرح رک جاتا ہے جیسے اسلام قبول کرنے سے، تو جب اسلام قبول کرنے کی درخواست کی منظوری واجب ہوئی، اسی طرح عقد ذمہ (ذمی بن جانے)

فكذلك اذا طلبوا عقد الذمة، وهذا لانهم يلتزمون احكام الاسلام بهذا الطريق فيما يرجع الى المعاملات ثم ربما يرون محاسن الشريعة ويسلمون فكان هذا في معنى الدعاء الى الدين بارفق الطريقين وقد اجاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اهل نجران الى هذا حين طلبوا منه فصالحهم (ايضاً ص۲۵ ج۳)

والے مطالبہ کی منظوری بھی واجب و ضروری ہوئی اور یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے اس طرح ان احکام اسلام کی زیر نگرانی زندگی گذارنے کا اہتمام کیا ہے جو معاملات سے متعلق ہیں، پھر ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام کے محاسن کا مشاہدہ کریں اور دولت اسلام سے مالا مال ہو جائیں، گویا یہ بھی دعوت دین کا ایک عمدہ طریقہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب اہلِ نجران نے مصالحت کی درخواست کی تو آپ نے اُن سے مصالحت کر لی۔

جزیہ کی دعوت ضروری ہے | جس طرح یہ ضروری ہے کہ قتال سے پہلے دعوتِ اسلام دی جائے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ مشاقشتہ و فساد کا ختم کرنا ہے اور امن و امان اور صلح و آشتی کا بحال کرنا، مال و دولت اور کسی کو غلام بنانا نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ جو قوم یہ نہیں جانتی ہے کہ اسلام جزیہ پر بھی مصالحت قبول کر لیتا ہے اسے بتا دیا جائے کہ وہ جزیہ دیکر صلح کر سکتے ہیں۔

فان كان قد بلغهم الاسلام ولكن لا يدرون انا نقبل منهم الجزية فينبغي ان لا نقاتلهم حتى ندعوهم الى اعطاء الجزية به امر رسول الله صلى الله عليه وسلم امراء الجيوش وهذا احد ما ينتهي به القتال قال الله تعالى حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون وفيه التزام بعض احكام المسلمين والانقياد لهم في المعاملات فيجب عليهم اذا لم يعلموا به (شرح سیر کبیر ص۵ ج۱)

اور اگر کفار کو دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو مگر ان کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم مسلمان جزیہ لیکر بھی جان بخشی کر دیتے ہیں تو ایسی صورت میں ہمارے لئے قتال اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک جزیہ کے قبول کرنے کی ان کو دعوت نہ پہونچا دیں، جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکروں کے قائدین کو حکم فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی قتال کے ختم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حتی یعطوا الجزیۃ الخ اور ذمی کی صورت میں بھی معاملات سے متعلق احکام کے التزام اور انقیاد کا وعدہ ہوتا ہے لہذا اگر وہ نہیں جانتے ہیں تو انکو بتا دینا مسلمانوں پر واجب ہے۔

ذمیوں کے لئے شہری حقوق جب کوئی قوم ذمی بن گئی تو پھر اسے سارے شہری حقوق جو اسلام نے فیاضی سے اُن کے لئے تسلیم کئے ہیں، حاصل ہو جائیں گے جس کی بقدر ضرورت تفصیل اوپر گذر چکی، فقہار نے صراحت کی ہے۔

احکام الذمی حکمہ حکم المسلمین الا انہ لا یومر بالعبادات ولا تصح منہ .... ولا یمنع من دخول المسجد (الاشباہ والنظائر ص۵۰۹)

ذمی (غیر مسلم رعایا) کے وہی احکام ہیں جو عام مسلمانوں کے سوائے اس کے کہ انکو عبادت کا نہ حکم دیا جائیگا اور نہ وہ ان کی طرف سے درست ہی ہوگی اور ان کو مسجد کے داخلہ سے روکا نہیں جائیگا

مذہبی آزادی یہ ان حقوق میں سے کسی شہری حق سے محروم نہیں کئے جائیں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہوں گے، ہاں مذہبی طور پر جو عبادات مسلمانوں کے ذمہ ضروری ہیں وہ ان پر عائد نہ ہوں گے۔ یہ اپنے مذہب پر باقی رکھے جائیں گے حد یہ ہے کہ مسلمانوں کی خالص دینی عبادتگاہ مسجدوں میں بھی ان کو داخلہ کی عام اجازت حاصل ہوگی، برہمن، شودروں کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں، ان سے یہ پاک ہوں گے، بلکہ جو چیزیں مسلمانوں کے لئے حرام ہیں، لیکن ان کے مذہب میں جائز، ان کی بھی انھیں آزادی دی جائے گی۔

ولا یحد بشرب الخمر ولا تراق علیہ بل ترد اذا غصبت منہ ویضمن متلفھا لہ (الاشباہ والنظائر للحموی ص۵۰۹)

شراب پینے پر ذمی (غیر مسلم رعایا) پر حد جاری نہیں کی جائیگی اور نہ ان کی شراب ضائع کی جائے گی بلکہ جو ان سے زبردستی لے لی گئی ہے واپس کردی جائیگی اور جو شخص انکی شراب ضائع کریگا اس پر ضمان ہوگا

مذہب کے خلاف امور کی ممانعت البتہ ایسی چیزیں جو اُن کے مذہب میں بھی ناجائز و حرام ہیں اُن سے ان کو منع کیا جائیگا

انہ یمنع مما یمنع منہ المسلم مثل الزنا والفواحش والمزامیر والغناء واللھو والمزاح واللعب فی الحمام کما یمنع منہ المسلم (ایضاً)

البتہ ان کے مذہب میں جو چیزیں حرام ہیں ان سے ان کو مسلمانوں کی طرح روکا جائیگا۔ جیسے زنا، بے حیائی کے کام، مزامیر، غنا (یعنی گانے باجے)، کھیل اور غلط مذاق، غسل خانے میں لہو و لعب

ہاں جن چیزوں کی ان کے مذہب نے انھیں اجازت دی ہے اُس کی حکومت کی طرف سے اجازت و آزادی حاصل ہوگی۔

ولا یمنع الذمی من لبس الحریر والذھب

ذمیوں (غیر مسلم رعایا) کو ریشم اور سونے کے استعمال سے روکا

ولا يعترض لهم لو تناكحوا فاسدًا او تبايعوا كذلك (ايضًا ص۵)

نہیں جائیگا، اسی طرح وہ نکاح فاسد یا بیع فاسد کے باہم مرتکب ہوں تو اُن پر اعتراض نہیں کیا جائیگا ۔

بیع خمر و خنزیر کی اجازت | اسی طرح خمر و خنزیر کے استعمال کی اجازت ہوگی ۔

وكل شي امتنع منه المسلم امتنع منه الذمي الا الخمر والخنزير (ايضًا)

ان تمام چیزوں کو ذمی بھی ترک کردیں گے جسے مسلمان ترک کردیتے ہیں سوائے شراب اور خنزیر کے، کہ ان دونوں کی ذمی کو اجازت حاصل ہوگی، مسلمانوں کو نہیں ۔

ذمی اونچا گھر بنا سکتا ہے | اسی طرح یہ جو مشہور ہے کہ وہ مسلمانوں سے اونچا گھر نہ بنا سکیں گے، غلط ہے۔ البتہ اگر اس سے دوسرے پڑوسیوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا کوئی اور نقصان، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم تو ان کو روک دیا جائیگا ۔

سئل قارئ الهداية عن الذمي اذا بنى دارا عالية عن دور المسلمين وجعل لها طاقات وشبابيك تشرف على جيرانه هل يمكن من ذالك - اجاب اهل الذمة في المعاملات كالمسلمين ماجاز للمسلم ان يفعله في ملكه جاز له ومالم يجز للمسلم لم يجز له وانما يمنع من تعلية بنائه اذا حصل ضرره لجاره -

(شرح حموی علی الاشباہ والنظائر ص۵)

ذمی کے متعلق قاری الہدایہ سے پوچھا گیا کہ جب وہ مسلمانوں کے گھروں سے اونچا گھر بنائے اور اس میں دریچے اور کھڑکیاں کھولے، جن سے اپنے پڑوسیوں کو جھانک تاک کرسکتا ہو تو کیا ایسی حالت میں اس کی اسے اجازت ہوگی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ذمی (غیر مسلم رعایا) معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہیں جو کچھ مسلمانوں کے لئے اپنی ملک میں کرنا درست ہوگا، ذمیوں کے لئے بھی درست ہوگا اور جن چیزوں کا کرنا مسلمانوں کے لئے جائز نہ ہوگا ذمیوں کے لئے بھی جائز نہ ہوگا، اونچا مکان بنانے سے فقط اسوقت ذمی کو روکا جائیگا جب اس کی وجہ سے اس کے پڑوسی کو نقصان پہنچے:

ذمی کو گالی دینے پر سزا | چنانچہ جس طرح مسلمانوں کو کوئی گالی دے اس کی تعزیر و سزا ہوگی، اسی طرح کوئی ذمی کو بُرا بھلا کہے گا، اس کی بھی سزا عمل میں آئے گی ۔

ان المسلم اذا سب الذمي يعزر وبه صرح في البحر (ايضًا ص۵۰۹)

مسلمان جب ذمی کو بُرا بھلا کہے گا تو اسے سزا دی جائے گی ۔

ذمی کو طعنہ دینے کی ممانعت | ذمی کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان اسے طنزاً کافر کہے اور اس طرح سے

جو اس کے لئے باعث اذیت ہو تو یہ چیز بھی اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے بلکہ فقہا نے ایسے مسلمان کو گنہ گار قرار دیا ہے۔

ولو قال لذمی یا کافر یأثم ان شق علیہ (الاشباہ والنظائر ص۲۵) اگر ذمی سے کہا "اے کافر! تو اگر یہ اس پر شاق گذرا تو کہنے والا گنہ گار ہوگا۔

جزیہ سے مستثنیٰ افراد | رہ گیا جزیہ (ٹیکس) کا مسئلہ، تو کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے اُن پر جزیہ مقرر کیا ہے، مگر سب پر نہیں بلکہ ان لوگوں پر جن میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں، عقل، بلوغ، ذکورۃ، صحت، سلامت اور حریت، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں ان سے جزیہ (ٹیکس) وصول نہیں کیا جائے گا، چنانچہ نابالغ بچے، عورتیں، پاگل، بیمار، اندھے، لنجے، غلام اور بڈھے ان سب سے جزیہ (ٹیکس) معاف ہے، فقہا نے صراحت کی ہے۔

فلا تجب علی الصبیان والنساء والمجانین (بدائع الصنائع جے ۱۱۱) بچوں (یعنی نابالغ) اور عورتوں اور پاگلوں پر جزیہ واجب نہیں ہے

مریض پر جزیہ نہیں ہے | مریض کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

فلا تجب علی المریض اذا مرض السنۃ کلھا.... وکذالک ان مرض اکثر السنۃ (ایضاً) لہٰذا بیمار پر جزیہ واجب نہ ہوگا خواہ وہ پورے سال بیمار رہتا ہو یا سال کے اکثر حصے میں

اپاہج اور معذور جزیہ سے بری | آگے شرائط کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنھا السلامۃ عن الزمانۃ والعمی والکبر فی ظاھر الروایۃ فلا تجب علی الزمن ولا عمی والشیخ الکبیر (ایضاً) جزیہ کے وجوب کی شرطوں میں لنجا پن، اندھاپن اور کبرسنی سے سلامتی بھی شرط ہے۔ لہٰذا اپاہج، اندھے اور بڈھے سن رسیدہ پر جزیہ واجب نہیں ہے

محتاج و تنگ دست سے جزیہ معاف | اسی طرح اس محتاج پر بھی ٹیکس (جزیہ) نہیں ہے جسکو کام کرنے پر قدرت حاصل نہیں ہے،

وکذا الفقیر الذی لا یعتمل ولا قدرۃ لہ (ایضاً) ایسا ہی اس محتاج پر بھی جزیہ واجب نہیں جو نہ کام کرتا ہو اور نہ اسکی اسے قدرت ہے،

غلام پر بھی جزیہ نہیں ہے۔

ومنھا الحریۃ فلا تجب علی العبد لان العبد لیس من اھل المالک (ایضاً) شرائط میں حریت بھی ہے۔ لہٰذا غلام پر واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ اہل مال سے نہیں ہے۔

وہ غریب جس کا صدقہ پر گذارہ ہو اس پر بھی ٹیکس (جزیہ) نہیں ہے۔

ولا تؤخذ الجزیۃ من المسکین الذی یتصدق علیہ ۔ اس مسکین سے جزیہ نہیں لیا جائیگا جسے صدقہ دیا جاتا ہو۔
(کتاب الخراج ص۲۲)

پنڈت اور راہب سے معافی | ایسے راہب و پنڈت اور مذہبی پیشوا جو صاحب جائداد اور مالدار نہیں، بلکہ ان کا گذارہ دوسروں کے عطیہ اور دان پُن پر ہے اُن سے بھی جزیہ (ٹیکس) معاف ہے۔

وکذالک المترھبون الذین فی الدیارات ..... وان کانوا ایسا ہی ان راہبوں پر جزیہ نہیں ہے جو گرجوں میں رہتے ہوں
انما ھم مساکین یتصدق علیھم اھل الیسار منھم لم یؤخذ منھم اور وہ ایسے محتاج ہوں کہ مالدار ان کو صدقہ و خیرات دیتے ہوں
(ایضاً)

اسی طرح جو لوگ گوشہ نشین اور عبادت گذار ہیں اور کوئی ذاتی پونجی نہیں رکھتے، وہ بھی اس ٹیکس (جزیہ) سے بری ہیں۔

مردہ کا باقی جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ | جس شخص پر ٹیکس واجب تھا مگر وہ انتقال کر گیا اور ادا نہ کر سکا تھا تو اس سے بھی معاف ہو جائیگا۔ یعنی اس کے ترکہ یا وارث سے وصول نہیں کیا جائے گا۔

وان وجبت الجزیۃ فمات قبل ان تؤخذ منہ جزیہ واجب ہو چکا تھا مگر وہ ادائیگی سے پہلے مر گیا، یا کچھ وصول
او اخذ بعضھا وبقی البعض لم یؤخذ بذالک کیا جا چکا تھا اور کچھ باقی تھا ان دونوں حالتوں میں
ورثتہ ولم تؤخذ من ترکتہ لان ذالک باقی جزیہ نہ اس کے ورثہ سے وصول کیا جائیگا اور نہ اس
لیس بدین علیہ (کتاب الخراج ص۲۲) کے ترکہ سے اس لئے کہ جزیہ دَین نہیں ہوا کرتا ہے۔

گویا ٹیکس ایسے درجہ میں نہیں ہے جو پبلک پر دین کی شکل اختیار کر لے اور مرنے اور محتاج ہونے کے بعد بھی زبردستی اس کی جائداد یا وارثین سے وصول کیا جانا ضروری ہے۔

ذمی کے چوپائے وغیرہ بری | پھر ذمی کے چوپائے پر کوئی ٹیکس نہیں ہے خواہ وہ کتنی ہی تعداد میں رکھتا ہو۔

ولیس فی مواشی اھل الذمۃ من الابل والبقر ذمیوں کے چوپایوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، جیسے اونٹ
والغنم زکاۃ والرجال والنساء فی ذالک گائے، بھینس اور بکری اور مرد و عورت اس میں
سواء (کتاب الخراج ص۲۲) برابر ہیں۔

نقد آمدنی اور سونا وغیرہ | ان کی نقد آمدنی سونا، چاندی اور زیورات پر کوئی جزیہ نہیں ہے، اسی طرح اگر سال گذر گیا

اور دوسرا سال آگیا، تو گذرے ہوئے سال کا ٹیکس (جزیہ) معاف ہو جائیگا۔ صرف سال رواں کا دینا ہوگا۔

ومنها مضیُّ سنةٍ تامةٍ ودخولُ سنةٍ اخری عند ابی حنیفة ... توخذ للسنة المستقبلة ولا توخذ للسنة الماضیة (بدائع الصنائع ج۷ ص۱۱۲)

جزیہ اس شکل میں بھی ختم ہو جاتا ہے کہ ایک پورا سال گذر گیا اور دوسرا سال آگیا، اور گذشتہ سال کا ادا نہیں کیا تھا، ایسی صورت میں صرف آئندہ سال کا لیا جائیگا سال گذشتہ کا نہیں۔

جزیہ کی تعیین مقدار اور یہ ٹیکس جسے شریعت میں جزیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کی مقدار کیا ہو؟ اگر کم از کم کوئی دس ہزار درہم کا مالک ہے تو سالانہ اڑتالیس درہم اور کروڑپتی ہو تو بھی وہی اڑتالیس درہم، دس ہزار سے اوپر جتنی بھی دولت کا مالک ہو، اس سے زیادہ ٹیکس اس پر عائد نہیں ہو سکے گا۔ مختصر یہ کہ عرف عام میں جو سرمایہ دار کہے جاتے ہیں ان کے ذمہ یہ ۴۸ درہم سالانہ ہے۔ جس کا اندازہ کم از کم دس ہزار کی مالیت سے فقہا نے لگایا ہے، لیکن اگر کسی شہر میں دس ہزار کا مالک سرمایہ دار نہیں کہا جاتا بلکہ پچاس ہزار یا لاکھ کا مالک کہا جاتا ہے تو اس پر اڑتالیس درہم جزیہ ہوگا۔ اس سے نیچے پر صرف ۲۴ درہم، اس لئے کہ قانون یہ ہے

فیضع علی الغنی الظاهر الغنی فی کل سنة ثمانیة واربعین درهما یاخذ منهم فی کل شهر اربعة دراهم وعلی وسط الحال اربعة وعشرین درهما فی کل شهر درهمین وعلی الفقیر المعتمل اثنی عشر درهما فی کل شهر درهما (ہدایہ باب الجزیہ ج۲ ص۵۷)

سرمایہ دار پر سالانہ جزیہ اڑتالیس درہم مقرر کیا جائیگا اور ماہانہ چار درہم وصول کیا جائیگا، اور متوسط طبقہ پر چوبیس درہم مقرر کیا جائے گا اور ہر ماہ دو درہم وصول کیا جائیگا اور ادنیٰ طبقہ پر جو کماتا کھاتا ہو سالانہ بارہ درہم مقرر کیا جائیگا۔ اور ہر مہینہ ایک درہم وصول کیا جائیگا (اس سے زیادہ نہیں)

سرمایہ دار کھلا ہوا غنی (سرمایہ دار) کسے کہتے ہیں۔ اس میں فقہا مختلف الرائے ہیں۔

ومن ملك عشرة الاف درهم فصاعدا غنی ومن ملك مائتی درهم فصاعدا متوسط ومن ملك مادون المائتین اولا یملك شیئاً فقیر۔

الدر المختار علی رد المختار باب الجزیة ج۳ ص۲۹۲

جو شخص دس ہزار یا اس سے زیادہ کا مالک ہو، وہ سرمایہ دار ہے اور جو دو سو درہم یا زیادہ کا مالک ہو مگر دس ہزار سے کم کا تو وہ متوسط طبقہ ہے اور جو دو سو درہم سے کم کا مالک ہو یا کچھ نہ رکھتا ہو وہ ادنیٰ درجہ ہے۔

امام ابوجعفر نے عرف کا اعتبار کیا ہے، یعنی عرفِ عام میں جو غنی کہا جاتا ہو۔

واعتبرا بوحنیفۃ العرف حیث ینظر الی عادۃ کل بلد فی ذالک الا تری ان صاحب خمسین الفا ببلخ یعد من المکثرین وفی البصرۃ والبغداد لا یعد مکثرا (ردالمختار باب الجزیۃ ص ۲۹۲/ج ۳)

امام ابوحنیفہ نے عرف عام کا اعتبار کیا ہے۔ اس طرح کہ اس سلسلہ میں ہر شہر کے عرف کو دیکھا جائیگا کیا تم کو معلوم نہیں کہ پچاس ہزار کا مالک بلخ میں سرمایہ دار شمار کیا جاتا ہے اور بصرہ و بغداد میں اسے سرمایہ دار نہیں گنتے۔

اس تفصیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے کہ جزیہ کے لئے جو رقم مقرر کی گئی، ہے اس کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے، پھر جبکہ وہ ماہانہ قسط کرکے وصول کی جائے۔

جزیہ کی رقم کوئی زیادہ نہیں درہم زیادہ سے زیادہ چار آنے کے برابر ہوا کرتا تھا، جس کا مطلب ہوا سرمایہ دار ایک روپے ماہانہ ٹیکس ادا کرے اور متوسط آٹھ آنے اور غریب کارگذار، کھاتا پیتا، صرف چار آنے۔

جب ہر ملک میں بیسیوں ٹیکس عائد ہیں اس کے مقابلہ میں صرف یہ معمولی ٹیکس کیا حیثیت رکھتا ہے، کون ایسا ملک ہے جو اپنی رعیت سے ٹیکس وصول نہیں کرتا، انصاف کی بات یہ ہے کہ انکم ٹیکس اور دوسرے بیسیوں ٹیکس کے مقابلہ میں اس جزیہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جزیہ ٹیکس کا دوسرا نام ہے یہ اچھی طرح ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جزیہ ٹیکس ہی کا دوسرا نام ہے۔ مورخین نے اس کی صراحت تفصیل سے کی ہے۔ ابوجعفر طبری، کامل ابن اثیر اور دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ یہ "گزیت" کا معرب ہے جو پہلے بھی وصول کیا جاتا تھا۔

ذمیوں کا جزیہ میں لحاظ اتنی بات مسلم ہے کہ اگر ان کی آمدنی ضرورت سے زیادہ نہیں ہے تو ذمیوں کو ٹیکس کے سلسلہ میں پریشان نہیں کیا جائے گا۔

عن عبد اللہ بن عباس قال لیس فی اموال اھل الذمۃ الا العفو (کتاب الخراج ص ۸)

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ ذمیوں کے صرف اس مال میں جزیہ ہے جو ضرورت سے زیادہ ہو۔

وصولی میں سختی کی اجازت نہیں پھر جزیہ (ٹیکس) کی وصولی میں ذمیوں (غیر مسلم رعایا) کو نہ تنگ کیا جائیگا نہ انھیں مارا اور پیٹا جائے گا، نہ دھوپ میں کھڑا ہونے کی سزا دی جائے گی اور نہ کوئی دوسری اس طرح کی ذلت آمیز سزا دی جائے گی۔

ولا یضرب احد من اهل الذمة فی استیداء هم الجزیة ولا یقاموا فی الشمس ولا غیرها ولا یجعل علیهم فی ابدانهم شئ من المکاره لکن یرفق بهم (کتاب الخراج ص۷۰)	جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں نہ کسی ذمی کو پیٹا جائے گا نہ دھوپ میں کھڑا ہونے کی اسے سزا دی جائیگی اور نہ کوئی دوسری سزا، اسی طرح اس کے بدن کو تکلیف نہیں پہونچائی جائے گی، البتہ نرمی کا برتاؤ کیا جائے گا۔

نہ دینے والوں کے ساتھ سلوک اگر نرمی کا کوئی طریقہ کارگر نہ ہو اور باوجود استعداد جزیہ (ٹیکس) ادا نہ کریں تو انھیں باعزت طور پر جیل میں بند کر دیا جائے گا اور جب تک واجب الادا ٹیکس ادا نہ کردیں گے، ان کو بند رکھا جائے گا۔

ویحبسون حتی یؤدوا ما علیهم ولا یخرجون من الحبس حتی تستوفی منهم الجزیة (کتاب الخراج ص۷۰)	ان کو اس وقت تک قید میں بند رکھا جائیگا جب تک وہ اپنا واجب الادا ادا نہ کردیں اور جب تک ان سے جزیہ کی رقم وصول نہ ہوجائے قید خانہ سے نکالے نہیں جائینگے۔

حضرت عمرؓ کا فرمان حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اپنی وفات کے وقت ذمیوں کے سلسلہ میں وصیت کی تھی کہ ان کے ذمہ کا احترام کیا جائے۔

ان یوفی لهم بعهدهم وان یقاتل من ورائهم ولا یکلفوا فوق طاقتهم (ایضاً ص۷۱)	ان ذمیوں سے جو معاہدہ ہوا ہے اسے پورا کیا جائے اور جو ان کے درپے ہوں ان سے مقاتلہ کیا جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے

امام ابو یوسف کا فرمان اسی طرح امام یوسفؒ نے ہارون رشید کو لکھا تھا۔

ان تتقدم فی الرفق باهل ذمة نبیك وابن عمك محمد صلی الله علیه وسلم والتفقد لهم حتی لا یظلموا ولا یؤذوا ولا یکلفوا فوق طاقتهم ولا یوخذ شیء من اموالهم الا بحق یجب علیهم فقد روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال من ظلم معاهدا او کلفه فوق طاقته فانا حجیجه (کتاب الخراج ص۷۱)	اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے ابن عم کی ذمہ داری کا پاس و لحاظ رکھیں اور ان ذمیوں سے رفق و ملاطفت کا برتاؤ کریں اور ان کی دیکھ بھال رکھیں تاکہ ان پر نہ کوئی ظلم کرسکے، نہ کوئی اذیت دے سکے اور نہ طاقت سے زیادہ تکلیف پہونچائے اور نہ ان کا ناجائز طور پر مال کوئی لے سکے سوائے اس کے جو اس پر واجب و لازم ہو، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی معاہد پر ظلم کریگا یا طاقت سے زیادہ تکلیف دیگا تو میں اس کے لئے فریادی بنوں گا۔

وصولی جزیہ میں قوانین اسلام کی پابندی | مسلمانوں کی تاریخ گواہ ہے انھوں نے ہر زمانہ میں ذمیوں کی پوری دیکھ بھال کی۔ اگر کسی سخت مزاج عامل نے ان پر کوئی سختی کی تو دیکھنے والوں نے فوراً ٹوکا اور سختی کے ساتھ منع کیا۔ اس سلسلہ میں ہشام بن عروہ کا واقعہ گذر چکا ہے، کہ انھوں نے کس غضبناک لب و لہجہ میں سخت مزاج عامل کو منع کیا۔ ہشام بن حکیم بن حزام کا واقعہ امام ابو یوسفؒ نے نقل کیا ہے کہ عیاض بن غنم نے کچھ ذمیوں کو ٹیکس نہ دینے کی وجہ سے دھوپ میں کھڑا ہونے کی سزا دے رکھی تھی اُن کی نگاہ پڑی تو کانپ اُٹھے اور عیاض سے مخاطب ہو کر کہا:

یا عیاض ماھذا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبون فی الاخرۃ (کتاب الخراج ص۔)

اے عیاض! یہ کیا ظلم ہے (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو ستاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں عذاب میں مبتلا کریگا۔

حضرت عمرؓ کا فرمان | خود فاروق اعظمؓ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے شام جاتے ہوئے دیکھا کہ ٹیکس نہ دینے کی وجہ سے کچھ ذمیوں کو سزا دی جارہی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ لوگ عدم ادائیگی کی آخر کیا وجہ بیان کرتے ہیں۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ مجبوری پیش کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رقم نہیں بچتی۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

فدعوھم ولا تکلفوھم مالا یطیقون فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تعذبوا الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامۃ (کتاب الخراج ص۔)

ان کو جانے دو اور طاقت سے زیادہ تکلیف نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ لوگوں کو نہ ستاؤ اس لئے کہ جو لوگوں کو دنیا میں ستاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عذاب میں گرفتار کریگا۔

پھر حکم فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو چنانچہ ان کو معاف کر دیا گیا۔

وامر بھم فخلی سبیلھم (کتاب الخراج ص۔)

آپ نے حکم دیا، پس ان کو چھوڑ دیا گیا۔

خلیفۂ راشد کے عمل کا اثر | یہ امیر المومنین کا استدلال ہے۔ کیا اس کے بعد کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی ذمی کے پاس ادائیگی جزیہ کے لئے رقم نہیں بچتی پھر بھی اس سے وصول کیا جائے۔ آپ یقین کیجئے کہ اسلام رعایا کے ساتھ ایسی سختی ایک لمحہ کے لئے پسند نہیں کرتا۔ البتہ ایک شخص ایسا ہے کہ اس کے پاس ہے اور نہیں دیتا ہے تو البتہ اُسے قانون کے مطابق قید کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہ عذر پیش کرتا ہے کہ میرے پاس رقم نہیں ہے تو اسے شریعت

کے قانون کے مطابق معاف کر دینا ہوگا، کسی زیادتی کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا اندھا بھیک مانگ رہا ہے اور کسی کے دروازہ پر صدا لگا رہا ہے، آپ سے برداشت نہ ہو سکا فوراً اس کے پاس پہونچے اور پوچھا تم کون سے اہلِ کتاب ہو۔ اس بڈھے نے کہا کہ یہودی ہوں، دریافت کیا۔ اس ذلت کے کام پر کیوں مجبور ہوئے۔ اس نے کہا اپنی ضروریات اور ٹیکس نے مجبور کیا۔ اس عمر میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے گھر لے گئے، اس کی آؤ بھگت کی، گھر سے لاکر اسے کچھ پیش کیا، پھر اسے بیت المال کے خزانچی کے پاس بھجوایا اور لکھا:

انظر هذا وضرباءه فوالله ما انصفناه ان اكلنا شبيبته ثم نخذله عند الهرم انما الصدقات للفقراء والمساكين والفقراء هم المسلمون وهذا من المساكين من اهل الكتاب (کتاب الخراج ص۷۲)

ان کو اور ان جیسے دوسرے لوگوں پر نظر رکھو، خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہو کہ ہم ان کی جوانی سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں رسوا ہوتے ہوئے دیکھیں، حکم ہے کہ صدقات فقراء اور مساکین کیلئے ہو اور فقراء میں مسلمان اور اہلِ کتاب دونوں داخل ہیں۔

چنانچہ اس سے جزیہ معاف فرمادیا۔

جزیہ کے اثرات اس ٹیکس کی ادائیگی کے بعد، اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہو جاتا ہے کہ ان کی جان کی حفاظت کرے اور ان کے مال اور عزت و آبرو کی محافظ بنے جس کی تفصیل بقدر ضرورت اوپر گذر چکی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

انما قبلوا عقد الذمة لتكون اموالهم كاموالنا ودماءهم كدمائنا (بدائع الصنائع ج۷ ص۱۱۱)

ان سے عقدِ ذمہ اسی وجہ سے قبول کیا گیا ہو کہ ان کا مال ہمارے مال کے برابر اور ان کا خون ہمارے خون کے مساوی ہو جائے

پھر یہ عقدِ ذمہ خواہ صلح سے ہوا ہو یا دباؤ سے، یعنی اس طرح کہ مسلمان غالب آئے ہوں اور ان کو ان کے املاک و اموال حسبِ سابق بدستور باقی رکھا گیا ہو ہر حال میں مسلمانوں پر ذمہ داری لازم ہے۔

اما صفة العقد فهو لازم في حقنا حتى لا يملك المسلمون نقضه بحال من الاحوال واما في حقهم فغير لازم (بدائع الصنائع ج۷ ص۱۱۲)

عقدِ ذمہ یہ ہمارے حق میں لازم ہے، یہاں تک کہ مسلمان کسی حال میں بھی اسے توڑ نہیں سکتا اور رہا ان ذمیوں کے حق میں، تو یہ لازم نہیں ہے

ذمہ کی مضبوطی حد یہ ہے کہ ذمی اگر جزیہ دینا بند کردیں تو بھی ذمہ ختم نہ ہوگا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر ان میں سے کوئی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہے تو بھی اس کا عقدِ ذمہ باقی ہی رہے گا۔

ولو امتنع الذمی من اعطاء الجزیۃ لا ینتقض عھدہ لان الامتناع ان یکون لعذر العدم .... وکذلک لو سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ینتقض عھدہ لانہ زیادۃ کفر علی کفر (ایضًا)

ذمی اگر جزیہ دینا بند کردیں تو اس سے ان کا عہد ختم نہ ہوگا اس لیے کہ ممکن ہو یہ نہ دینا ناداری کی وجہ سے ہو، ایسا ہی اگر یہ ذمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناروا کلمات کہیں تو اس سے بھی ان کا عقد شکست و ریخت نہ ہوگا کیونکہ یہ کفر پر کفر کی زیادتی ہے

بات وہی ہے کہ جب ہم اُن کا کفر گوارا کرلیتے ہیں تو اُس نے اگر کچھ اور کفر گوارا کر لی تو اس کی وجہ سے کیوں وہ نکالا جائے۔ مسلمان کو قتل کرنے یا مسلمان عورت سے زنا کے ارتکاب سے بھی اس کا عقدِ ذمہ ختم نہ ہوگا۔

وکذا لو قتل مسلما او زنی بمسلمۃ لان ھذہ معاص ارتکبوھا دون الکفر فی القبح۔ (ایضًا)

ایسا ہی اگر کوئی ذمی کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کر بیٹھے تو اس سے ذمہ ختم نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ گناہ کے کام ہیں جن کا انھوں نے ارتکاب کیا ہے جو قباحت میں کفر سے کم ہی ہیں (گو وہ مجرم ہونگے۔)

مذہبی آزادی گرجاؤں میں ان کو اپنے گرجاؤں، مندروں اور مذہبی عبادت گاہوں میں سارے مذہبی مراسم کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔

ولو فعلوا فی کنائسھم لا یتعرض لھم وکذا لو ضربوا الناقوس فی جوف کنائسھم القدیمۃ لم یتعرض لذالک (ایضًا)

اگر یہ سب ذمی اپنی مذہبی عبادتگاہوں میں کریں تو ان کو چھیڑا نہ جائیگا۔ اور اسی طرح اس وقت بھی ان کو چھیڑا نہ جائیگا جب یہ اپنی مذہبی عبادتگاہوں میں ناقوس پھونکیں۔

یہ حکم ان شہروں میں ہے جو مسلمانوں کے شہر کہلاتے ہیں، باقی جو خود اُن کے شہر کہلاتے ہیں، اور اسلامی شعار سے ٹکراؤ نہیں ہوتا ہے خواہ وہاں مسلمان بھی کیوں نہ بستے ہوں، انھیں اپنے مذہبی شعار کے علی الاعلان بجالانے کی آزادی ہوگی۔

ولا یمنعون من اظہار شئی مما ذکرنا من بیع الخمر

مذکورہ چیزوں سے ان کو روکا نہیں جائیگا، جیسے خمر و خنزیر

والخنزير وضرب الناقوس في قرية او	کی بیع یا ایسی آبادی اور بستی میں سنکھ بجانا جو مسلمانوں
موضع ليس من امصار المسلمين ولو كانوا	کے شہر نہیں ہیں گو اُن کی ایک بڑی تعداد اس آبادی
فيه عدد كثير من اهل الاسلام (ايضاً)	میں رہتی ہو۔

یعنی جہاں ٹکراؤ کی صورت نہ ہو، ذمیوں پر کوئی پابندی نہیں ہے

فيختص المنع بالمكان المعد لاظهار الشعائر	ان چیزوں سے رکاوٹ وہاں ہوگی جو جگہیں شعار اسلام کے
وهو المصر الجامع (ايضاً)	لئے ہیں اور وہ مصر جامع ہے۔

جزیہ کی قسمیں | جزیہ کے سلسلہ میں یہ واضح رہنا چاہیئے، جزیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بذریعہ صلح اس کی مقدار وہی ہوگی جو صلح نامے میں طے پائی ہے۔

جزية توضع بالتراضي وهو الصلح وذالك يتقدر	ایک قسم جزیہ کی باہمی رضامندی سے مقرر کی جاتی ہے اور وہ اتنی
بقدر ما وقع عليه الصلح كما صالح رسول الله	ہوگی جس پر صلح ہوئی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
صلى الله عليه وسلم اهل نجران (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۱۱)	وسلم نے اہل نجران سے مصالحت کی۔

دوسری قسم جزیہ کی یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین کسی ملک کفار پر غالب آجائے اور ان کو بدستور سابق اپنے املاک و اموال پر قابض چھوڑدے اور ان کو ذمی بنالے، اس کی مقدار اوپر گذر چکی۔ یعنی سرمایہ دار پر ۴۸ درہم اور متوسط پر ۲۴ درہم اور ادنیٰ پر ۱۲ درہم۔

ایک شکوہ اور اس کا جواب | کچھ لوگوں کو شکوہ ہے کہ یہ جزیہ (ٹیکس) صرف غیر مسلم ہی پر کیوں ہے، مسلمان پر کیوں نہیں اور مزہ کی بات یہ ہے کہ یہ شکوہ بارھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ اس سے پہلے کبھی یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوا۔ اسلامی نظام سے دنیا کو برگشتہ کرنے کے لئے یہ سوال سب سے پہلے عیسائیوں نے اٹھایا، لیکن اس سوال میں کوئی جان نہ تھی۔ اس لئے یہ اپنی موت آپ مرگیا۔ اور دنیا نے یہ اعتراف کیا کہ اسلام نے جو نظام قائم کیا ہے اس میں مسلمانوں پر جو رقم متعین کی گئی ہے وہ جزیہ کی نسبت بہت زیادہ ہے اور اس کی ادائیگی صرف مسلمانوں ہی کا کام ہے اس لئے کہ اس کا تعلق ان کے عقائد سے ہے۔ ایک مذہبی چیز کا غیر مذہب والوں پر عائد کرنا کہاں کا انصاف ہوتا؟

زکوٰۃ و جزیہ کا فرق | زکوٰۃ کی رقم مال کے اضافہ کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ پھر جس طرح زکوٰۃ نقدی میں فرض ہے سونا

چاندی اور مختلف جانوروں پر بھی فرض ہے، حد یہ ہے کہ زیورات بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ جزیہ سے عورتیں اور دوسرے بہت سے لوگ مستثنیٰ ہیں مگر زکوٰۃ ہر مال رکھنے والے پر ضروری ہے خواہ عورت ہی کیوں نہ ہو، یا اندھا وغیرہ ایک ذمی پچاس ہزار یا دس لاکھ کا مالک ہو تو اسے ہر حال میں صرف اڑتالیس درہم یعنی بارہ روپے یا بقول لین پول ساڑھے تیرہ روپے جزیہ میں ادا کرنے پڑیں گے لیکن اگر ایک مسلمان کے پاس اتنی رقم ہے تو اسے ڈھائی فی صد کے حساب سے پچاس ہزار پر پندرہ سو اور دس لاکھ پر پندرہ ہزار زکوٰۃ کے ادا کرنے ہونگے۔ دیکھا جائے کہ یہ فرق کتنا عظیم الشان ہے اور کتنے گُنا زیادہ ہے اس لئے یہ کہنا کہ مسلمان پر جزیہ کیوں لگایا نہیں گیا یا ذمیوں پر زکوٰۃ کیوں عائد نہیں کی گئی تاکہ دونوں میں مساوات ہوتی سرے سے غلط ہے۔ ایک میں ملک اور ملک کے نادار لوگوں کا خسارہ ہے اور دوسرے میں غریب ذمیوں کا۔ اور خسارہ بھی معمولی نہیں۔

پھر ایک طرح اور سوچا جائے کہ ذمی جزیہ (ٹیکس) ادا کر کے فوجی خدمات سے بری ہو جاتا ہے۔ لیکن مسلمان زکوٰۃ ادا کرنے کے باوجود فوجی خدمات انجام دینے پر مجبور ہے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں میں سرمایہ داری ذہنیت پیدا کرنا نہیں چاہتا اور نہ وہ دولت چند لوگوں میں سمٹی ہوئی دیکھنا گوارا کرتا ہے بلکہ اسے ایسے نظام کے سپرد کر دیتا ہے کہ وہ تقسیم در تقسیم کے چکر میں رہے، یہ نظریہ غیر مسلم پر جبراً نافذ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ لباس پر ایک نظر باقی رہا لباس کا مسئلہ جس میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ مسلمان نہ دوسرے غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کریں اور نہ غیر مسلم مسلمانوں کی مشابہت اختیار کریں، بلکہ دونوں اپنے اپنے امتیازی لباس استعمال کریں تاکہ ہر ایک اپنے خاص قومی ممتاز لباس میں نظر آئیں اور لباس سے پہچان لئے جائیں، درحقیقت یہ مسئلہ قابلِ داد و تحسین ہے کہ اسلام نے دونوں فرقوں کو اپنے قومی لباس پر برقرار رہنے کی سعی کی ہے، تاکہ کسی میں احساسِ کمتری کا جذبہ پرورش پانے نہ پائے اور کوئی اپنے لباس کو غیروں کے مقابلہ میں حقیر نہ جانے۔

ہُنر عیب بن گیا حیرت انگیز بات ہے کہ دشمنانِ اسلام نے اسے بھی اعتراض کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور پروپیگنڈا کیا کہ غیر مسلموں کو اُن کے اپنے لباس کے سوا مسلمانوں کا لباس اختیار نہ کرنے کا حکم دینا، بنظرِ تحقیر ہے جن لوگوں کی نگاہ اسلامی نظامِ حیات پر ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سمجھنا ان کا کس قدر غلط اور بدعقلی ہے، اسلام

انسانوں کو اونچا کرنے آیا ہے، نیچا دکھانے کے لئے نہیں، خواہ وہ کوئی مذہب رکھتا ہو، اسے یہ سرفرازی کی دعوت دیتا ہے، نگوساری کی نہیں۔

سوچنا چاہیے کہ جس مذہب نے اہل کتاب کی عورتوں سے شادی جائز قرار دی ہو اور وہ بھی اس طرح کہ وہ اپنے مذہب پر باقی رہے اور اپنے مذہبی مراسم آزادی سے ادا کرے۔ جو گھر کی ملکہ اور وزیر داخلہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے بچوں کی ماں بنتی ہو۔ اس مقدس دین میں انسانوں کے ذلیل سمجھے جانے کا تصور کیونکر ممکن ہو اور اس کی کہاں سے گنجائش نکل سکتی ہے

مختلف شعبہ جات کا یونیفارم کیا ایسا نہیں ہو کہ حکومتیں اپنے مختلف شعبہ جات کے الگ الگ یونیفارم (مخصوص لباس) مقرر کرتی ہیں تاکہ دیکھنے والے آسانی سے سمجھ لیں کہ اس شخص کا تعلق حکومت کے فلاں شعبہ سے ہے، ایسا ہو مگر کوئی بھی ان مختلف یونیفارم کو برا نہیں جانتا، پھر اگر کوئی حکومت ایک قوم جو فوجی خدمات انجام دیتی ہو اور دوسری قوم جو فوجی خدمات انجام نہیں دیتی، ان کا الگ الگ مخصوص لباس اور وضع متعین کرنے تو اسے کیسے برا کہا جائے گا۔

ذمیوں کا لباس ذمیوں کے مخصوص لباس میں اس زمانہ میں زنّار، لمبی ٹوپی وغیرہ داخل تھی اور یہی ان کا قومی لباس تھا، ان کے لئے یہی مخصوص چیزیں متعین کردی گئیں۔ اگر کسی زمانہ میں ان کا قومی لباس کوئی دوسرا ہوگا، وہی ان کے لئے مقرر کیا جائے گا۔ مقصد امتیاز ہے تاکہ دونوں ظاہری طور پر ایک دوسرے میں گم ہونے کی سعی نہ کریں۔

ان اهل الذمة يوخذون باظهار علامات يعرفون بها ولا يتركون يتشبهون بالمسلمين في لباسهم ومركبهم وهيئتهم (بدائع الصنائع ص ۱۱۳ ج ۷)

ذمیوں سے ان علامات کے سلسلہ میں مواخذہ ہوگا جن سے وہ نمایاں طور پر پہچانے جائیں، انکو اس کی کھلی آزادی نہ ہوگی کہ لباس، سواری اور وضع قطع میں مسلمانوں کی بہت نقالی اختیار کریں۔

ہمارے ملک ہندوستان میں ہندوؤں کی ایک خاص قومی وضع ہے، جسے وہ کسی قیمت پر ترک کرنا پسند نہیں کرتے جو ہندو اس وضع کو ترک کرکے دوسری وضع اپناتے ہیں، ان کے پنڈت انھیں اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، جیسے سر پر چوٹی، گردن سے کمر تک زنار (جنیو) اور دھوتی، اگر کوئی حکومت یہی چیز ان کے لئے لازم کرنے، تو یہ قابل ستائش کارنامہ ہوگا یا لائق شکوہ و شکایت۔ رہا عزت اور ذلت کا مسئلہ، تو اس کے ماننے میں کس کو اشکال ہو سکتا ہے کہ جو اسلام کی نظر میں ذلت ہو وہی غیر مسلم کی نظر میں عین عزت ہو، ایک چیز اسلامی نقطۂ نظر سے رسوا کن ہوتی ہو اور وہی